مولانا حافظ عبد السمیع حنفی بنارسی علیہ الرحمہ

حیات و خدمات

مختصر سوانح حیات

علامہ محمد افروز قادری چریاکوٹی

ا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنھیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا ہم نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

شہر بنارس کی ایک فراموش شدہ اور مظلوم علمی شخصیت کا مختصر سوانحی جائزہ

مولانا حافظ عبدالسمیع حنفی بنارسی

{ متوفّٰی: ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء }

-: تالیف :-
محمد افروز قادری چریاکوٹی
دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

عرضِ مؤلف

پاکستان میں میرے ایک دیرینہ کرم فرما اور علمی دوست ہیں، فضیلت مآب جناب محمد میثم عباس رضوی قادری، جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ فروغِ مسلک اہل سنت اور ترویج اَسلاف شناسی کے لیے وقف ہے۔ اَسلاف واَکابر اہل سنت پر کام کرنے اور اُن کے سرمایہ ہاے علمیہ کی تلاش وجستجو کی اُن میں جو لگن ہے وہ ہمارے لیے لائق صد تقلید ہے۔

کتابوں کے زبردست کھوجی اور تاریخی ملبوں کے بہترین واقف کار ہیں۔ تھوڑی سی عمر میں بہت سارا علمی وتحقیقی کام کر لینے والے نوجوانوں میں وہ اپنا ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ کمال یہ ہے کہ کسی رسمی مدرسے کے فارغ التحصیل نہ ہو کر بھی بسا اَوقات علم وتحقیق کے ایسے بند دَر کھولتے ہیں کہ دل بلیوں اچھل پڑتا ہے۔ خصوصاً ردّ بد مذہباں میں اُن کی خدمات آبِ زرّیں سے رقم کرنے کے قابل ہیں۔ بس اُن کے اِسی جوشِ جنوں خیز کی میری نگاہ میں بڑی قدر ہے، اور یہ کتاب دراصل انھیں کی تحریک پر سپردِ قرطاس ہوئی ہے۔

اِن دنوں وہ بنارس کی ایک جلیل القدر علمی شخصیت مولانا حافظ محمد عبدالسمیع حنفی بنارسی کی کتابوں پر تحقیقی کام میں جٹے ہوئے ہیں۔ مولانا کی بعض کتب تو خیر سے مل گئیں؛ لیکن آپ کی حیات وخدمات کے تعلق سے کتب تراجم وطبقات بالکل خاموش ہونے کے باعث یہ زہرہ گداز کام انھوں نے میرے حوالے کر دیا کہ آپ ہندوستانی ہیں اور شہر بنارس سے قریب بھی۔

چنانچہ میں نے توکلاً علی اللہ اِس کام کا آغاز کیا۔ 'تذکرۂ مشائخ بنارس' کی چند سطریں مولانا کی سوانح نگاری کے لیے کافی نہ تھیں؛ اس لیے اس سلسلے میں دو ایک بار مجھے بنارس کی گلی کوچے چھاننے پڑے۔ مختصر سے وقت میں جو کچھ بازیافت ہو سکی وہ نذر قارئین ہے۔ مولانا کی حیات وخدمات پر یہ محض ایک تمہید ہے۔ فرصت ملی تو اس سلسلے کو مزید آگے بڑھانے کی کوشش کی جائے گی۔ اللہ جل مجدہ اسے اپنے کریمانہ قبول سے نوازے اور توفیق خیر دیتا رہے۔ -رہے نام اللہ کا-

محمد افروز قادری چریاکوٹی

۱۲ ربیع الاوّل شریف، ۱۴۳۵ھ/۱۴ جنوری ۲۰۱۳ء

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلي و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

مذہبی تذکرہ وتاریخ میں شہر بنارس کو کیا اہمیت حاصل ہے اَربابِ دانش وبینش پر مخفی نہیں۔ صدیوں سے یہ شہر اہل علم کا مسکن ومرجع اور اہل عقیدت کا مرکز ومحور رہا ہے۔ ہندو دھرم کے مطابق اس شہر کی اہمیت وفضیلت تو اپنی جگہ مسلم ہے ہی؛ مسلمانوں کے لیے بھی یہ شہر عظمت وتقدیس کی اعلیٰ ترین بلندیوں پر فائز ہے۔ پانچویں صدی سے چودہویں صدی تک یہاں کی علمی خاک سے بہت سے جلیل القدر صوفیہ ومشائخ، اور علما وفضلا اُٹھے ہیں، اور اپنے علم وتحقیق اور فضل وکمال سے ایک زمانے کو فیض یاب کر گئے ہیں۔ مشائخ اجمیر وکچھوچھہ کے انوار وفیوض اس نگری پر جھوم کر برسے ہیں، اور پھر یہاں سے فرزندانِ بنارس کے ہاتھوں ان فیوضات کی تقسیم عام بھی ہوئی ہے۔

سیاسی اعتبار سے بھی بنارس کی تاریخ بڑی تابندہ روایتوں کی حامل ہے۔ انگریزوں کے اوّل دشمن ٹیپو سلطان اور ان کے شہزادگان کا بنارس سے اٹوٹ رشتہ رہا ہے۔ ان کی ہڈیاں آج بھی یہاں امانت ہیں۔ یہ شاہانِ شرقی کے فکر وفن اور تعمیر وترقی کا اوّلین نقطہ نظر رہا ہے۔ اورنگ زیب عالم گیر کی ہندوؤں سے رواداری کے واقعات یہاں لاتعداد ملتے ہیں۔ ابن بطوطہ اور ابن خلدون کی معلومات کا یہ شہر بڑا اہم موضوع رہا ہے۔ یہ نہ صرف خاندانِ تیموری کا علمی گہوارہ رہا ہے بلکہ شہزادہ داراشکوہ کا مادر علمی بھی۔ یہی وہ عوامل ہیں جن کے باعث ہندوستان کے تمام مدارس ومکاتب کی کڑی مل کر شہر بنارس کو گویا 'اُستاذ الکل' کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

یہ وہی بنارس ہے جہاں مشائخ و اکابر اہلسنّت کے ہاتھوں وجود میں آنے والی بے مثال تحریک و تنظیم 'آل انڈیا سنی کانفرنس' (۱) کو کامیاب بنانے کے لیے برصغیر کے تقریباً بائیس ہزار علما و فضلا جمع ہوئے تھے، اور بیدار مغز عوام الناس کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے مجمع کی تعداد کا علم سوائے خداوند قدوس کے شاید ہی کسی کو ہو۔ چشم فلک نے ایسا منظر شاید کبھی نہ دیکھا ہو!۔ آج شہر و اطراف میں شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ملے جہاں علما و مشائخ کے قدیم مقابر اور آستانوں کا وجود دیکھنے کو نہ ملے۔ مجاہدین اسلام اور شہدائے ذوی الاحترام کی قربانیوں سے شہر کا چپہ چپہ روشن و تابناک بلکہ پورا شہر گنج شہیداں بنا ہوا ہے۔ شہر سے جس طرف نکل جایئے کوئی نہ کوئی مسلم الثبوت عارف باللہ آسودۂ زمین ضرور ملتا ہے۔ بنارس کی انھیں ممتاز ترین شخصیتوں میں ایک نمایاں نام مولانا حافظ حاجی شاہ عبدالسمیع حنفی نقشبندی بنارسی معروف بہ 'حافظ گھسیٹا' کا بھی ہے۔

آپ نے شہر بنارس میں شرفِ تولد حاصل کیا۔ یہیں پلے بڑھے، لکھنا پڑھنا سیکھا۔ قوتِ حافظہ چونکہ بہت اعلیٰ پایا تھا؛ اس لیے اِبتدائی عمر ہی میں حفظ قرآن کی چاندنی آپ کے سینے

---

(۱) ۲۷/اپریل ۱۹۴۶ء بنارس میں منعقدہ کانفرنس میں شرکت فرمانے والے چند اکابر اہل سنت کے اَسمائے گرامی یہ ہیں: امیر ملت سید جماعت علی شاہ علی پوری، حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفیٰ رضا خان، صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی گھوسوی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا شاہ ابوالمحامد سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی، حضرت خواجہ حافظ ضیاء الدین تونسوی، خواجہ پیر غلام محی الدین گولڑوی، حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی، حضرت علامہ ظفر الدین بہاری، حضرت علامہ ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی، مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی، ابوالبرکات مولانا سید احمد قادری لاہور، حضرت مولانا شاہ قمر الدین سیالوی، مولانا شاہ سید زین الحسنات مانکی شریف، مولانا سید شاہ دیوان آل رسول علی خان اجمیر شریف، مفتی ظفر علی نعمانی، علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی، علامہ فتح علی شاہ قادری، مولانا عبدالحامد بدایونی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، حضرت شاہ برہان الحق جبل پوری اور مولانا عبدالسلام باندوی وغیرہم۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ورضی عنہم اجمعین۔

حضرت مولانا غلام قادر اشرفی جو خود شریک کانفرنس تھے ان کی زبانی 'سنی کانفرنس بنارس کا آنکھوں دیکھا حال' اِختصاراً سنیں:......نماز عشا کے بعد (بنیا باغ) ٹاؤن ہال کے میدان میں اجلاسِ عام ہوا، جس میں جتنا بڑا اجتماع ہم نے دیکھا اس سے بڑا کوئی اجتماع نہ آج تک دیکھا ہے اور نہ دیکھنے کی اُمید ہے......۔

کے محراب میں اُتر چکی تھی، جس کی تابانی نے آپ کی حیاتِ مستعار کے ہر گوشے کو نہ صرف زندگی بھر منور و تاباں رکھا بلکہ پس مرگ بھی اس کی یہ برکات دیکھنے میں آئیں کہ مدینہ منورہ کی پاکیزہ مٹی میں آپ کے جسد خاکی کو آسودۂ خواب ہونا نصیب ہوگیا۔

بنارس ہی میں آپ کی تعلیم و تعلّم کے مراحل طے ہوئے۔ فطری ذوقِ مطالعہ نے آپ کو ہمیشہ مصروفِ کتب بینی رکھا، بلکہ آپ کی یہی خوبی اکابر کی بارگاہوں تک آپ کو کھینچ لائی۔ اور وقت کے جید علما سے آپ کو اِستفادے کا شرف نصیب ہوا۔ جن میں عارف باللہ حضرت مولانا شاہ رضا علی قطب بنارس قدس سرہ (م ۱۳۱۲ھ) بہت مشہور ہیں۔ آپ نے قطب بنارس کے درِ فیض سے خوب علمی و روحانی انوار و برکات حاصل کیے، اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ

(بقیہ) خطبہ استقبالیہ سید محمد محدث کچھوچھوی نے پیش کیا جو فصاحت و بلاغت کا شاہکار تھا۔ آپ کی آواز گونج دار تھی اور تقریر کے دوران جب وہ جوش میں آکر ہاتھ اوپر اُٹھاتے تو یوں لگتا کہ آسمان کو کھینچ لیں گے!......۔ شرکا کی تعداد کا اندازہ لگانے کے لیے ۳۷ ہارن تو میں نے خود گنے تھے اور پھر بھی کئی باقی رہ گئے تھے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق کانفرنس میں تین لاکھ کا اجتماع تھا، جن میں بیس بائیس ہزار علما شامل تھے۔ سارے کا سارا دیوانوں کا اجتماع تھا اور جوش وخروش کا عالم یہ تھا کہ تکبیر و رسالت کے نعرے فضا میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے......۔ (ماہنامہ فیضان، فیصل آباد، جلد: ۱۵۔ ۸۔ ۱۹۷۴ء، ایڈیٹر: قاری عطاء اللہ: ص ۱۷)

جب کہ بعض دیگر حوالوں میں علما و مشائخ کی تعداد دس ہزار بتائی گئی ہے۔ تاہم جو بھی ہو یہ کانفرنس اپنے مقصد و ہدف کے اِعتبار سے تاریخ کی بے مثال کانفرنس تھی۔ اور چرخِ کہن نے ایسے مناظر کم دیکھے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عروجِ سنیت کا یہ تابناک دور دیکھ کر حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا محدث بریلوی نے فرمایا تھا: میں نے ملک گیر دورے کیے اور بڑی سے بڑی تحریکاتِ دینیہ کو دیکھا مگر بنارس کی اس دینی تحریک کی مثال ملنی مشکل ہے......۔ (مخدومِ بنارس: ۶۳)

یہ ایک حقیقت ہے کہ ملت اسلامیہ پر جب بھی کوئی نازک وقت آیا سنی علما و مشائخ نے پاسبانی ملت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا، اور حق کا پرچم بلند رکھنے کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ سوادِ اعظم کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے اکابر کا ماضی بھی درخشندہ ہے اور حال بھی تابندہ۔ وہ ہمیشہ ملت کے ماتھے کا جھومر بنے، کلنک کا ٹیکہ کبھی نہیں بنے۔ نہ تو انگریز کی مراعات سے ان کی آنکھیں خیرہ ہوئیں اور نہ ہی وہ کبھی مشرکین ہندوؤں کے مکروفریب کا شکار ہوئے۔ جب برصغیر میں پہلے شخص نے کلمہ پڑھا تھا اس وقت سے لے کر آج تک کوئی تحریک اور کوئی موڑ ایسا نہیں جہاں علما و مشائخ اہل سنت نے سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا عملی ثبوت فراہم نہ کیا ہو۔ یہ غلامانِ مصطفےٰ کی تاریخ ہے...... یہ روشنی کا سفر ہے......۔ (ایضاً) -چریا کوٹی-

قطب بنارس کے ہونہار شاگرد، چہیتے مرید اور قابل فخر خلیفہ تھے۔ چنانچہ ۱۳۴۳ھ میں آپ نے اپنے اُستاذ و مربی کے مجموعۂ فتاویٰ کو خلق خدا کی رشد و ہدایت کے لیے 'فیوض الرضا' کے نام سے طبع کرا کے عام و تام فرمایا۔ (تذکرۂ مشائخ بنارس، عبدالسلام نعمانی: ۱۰۵)

آپ بڑے عابد و زاہد اور شب زندہ دار عالم تھے۔ خشیت الٰہی کا ہر دم غلبہ رہتا۔ اور عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے وجود میں رچ بس گیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کے خطاب کا زیادہ تر موضوع 'عشق رسول' اور 'محبت اولیا' ہوا کرتا تھا۔ شب بیداری اور اشک خیزی جو ایک عالم مرتاض کا شیوہ ہوتا ہے وہ آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھا۔ وظائف بکثرت کرتے اور حتی الامکان اپنے حال کا اِخفا فرماتے تھے۔ فرائض کی سخت پابندیوں کے ساتھ سنتوں کا خاص اہتمام کرتے یہی وجہ ہے کہ آپ کے لباس سے لے کر نشست و برخاست تک سب میں سنت نبوی کی جلوہ گری دکھائی دیتی۔

آپ کو دیکھنے والے ابھی کچھ اَفراد بنارس میں موجود ہیں۔ راقم (محمد افروز قادری) نے بذاتِ خود ان سے ملاقات کر کے آپ کے کچھ اَوصاف واَحوال معلوم کیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ کے دور میں آپ جیسا عالم و مناظر اور خطیب و مصنف کم دیکھنے میں آیا ہے۔ غیر شرعی اُمور کو دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور فوراً تنبیہ فرماتے کہ ایک مسلمان جو اپنے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتا ہے اس کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے آقا کی سنت کے خلاف چلے یا اس کے فعل سے قلب نبی ﷺ کو ٹھیس پہنچے۔

آپ نہایت منکسر مزاج، سادہ لباس، سنجیدہ و بے نفس اِنسان تھے۔ تکلّفات و تصنُّعات اور ریا و نمود سے بے حد نفرت تھی۔ نرم خوئی، نیک مزاجی، اور حسن اخلاق کے پیکر تھے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی، شفقت و محبت سے ملنا آپ کا شیوہ تھا۔ کسی کی دل آزاری سے حد درجہ بچتے تھے۔ یتیم و مسکین نوازی و غربا پروری میں نمونۂ اَسلاف تھے۔ احکام شریعت اور فقہی مسائل میں نہایت ہی محتاط پہلو اختیار فرماتے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو زبان و قلم

دونوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ چنانچہ جہاں آپ ایک فصیح البیان خطیب اور بے مثال مناظر تھے وہیں ایک اچھے قلم کار اور خوش اُسلوب مصنف بھی تھے۔

محلّہ شیخ سلیم پھاٹک (نزد نئی سڑک) آپ کا جائے قیام تھا۔ مسجد اِبراہیمیہ معروف بہ مسجد القریش محلّہ شیخ سلیم پھاٹک کے اندر موجود مدرسہ ابراہیمیہ (۱) میں آپ مدرس اعلیٰ اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوکر طالبانِ علوم دینیہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیتے تھے، یہاں منتہی کتابوں تک تعلیم ہوتی تھی، اور اکنافِ ملک سے شیدائیانِ علم کشاں کشاں کھنچے چلے آتے تھے۔ اس ادارے کی اپنی ایک تاریخ تھی؛ لیکن آپ کے یہاں برسرِ تدریس ہونے کے باعث اس کی شہرت و عظمت میں چار چاند لگ گیا۔ اسی لیے دور دراز سے مستفیدین و تشنگانِ علم دین آتے اور آپ کے خوانِ علم و فیض سے خوشہ چینی کر کے قوم و ملت کے لیے عظیم سرمایہ بن کر جاتے۔

---

(۱) مدرسہ ابراہیمیہ: یہ شہر بنارس کا معروف و ممتاز ترین اِدارہ تھا جس نے اپنی خدمات سے دور دراز تک اپنی شہرت کا جال پھیلا رکھا تھا۔ علماے چریاکوٹ کے ذریعہ اعظم گڑھ کی سرزمین سے شائع ہونے والے اپنی نوعیت کے منفرد ماہنامہ 'العلم' - نمبرا، جلدا - نے اس مدرسہ کے تعلق سے ایک بھرپور رپورٹ شائع کی ہے جس کی روشنی میں یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ مدرسہ ابراہیمیہ اکابرین اہل سنت و جماعت کے فکر و فن کا مرکزی محور تھا اور اہم مراکز میں شمار ہوتا تھا۔ ملک و بیرونِ ملک کے تشنگانِ علوم نے اس سے سیرابی حاصل کی۔ مدرسہ کس معیار کا تھا صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ اس مدرسہ کے شیخ الحدیث قطب بنارس حضرت مولانا شاہ رضا علی نقشبندی بنارسی کے اجل خلیفہ (مولانا عبدالسمیع بنارسی) تھے جو اپنے وقت کے عظیم مناظر اور زبردست ادیب و خطیب تھے، جن کی قلمی خدمات سے آج بھی بنارس کا علمی و روحانی حلقہ جگمگا رہا ہے......۔ مدرسہ ابراہیمیہ سے امام احمد رضا محدث بریلوی اور قطب بنارس شاہ عبدالحمید فریدی پانی پتی کا گہرا تعلق ہے۔ امام احمد رضا کے قدم مبارک اس مدرسہ میں آچکے ہیں۔ آپ کی خدمت عالیہ میں ایک تاریخی اِستفتا اسی مدرسہ سے کیا گیا جس پر آپ نے الزبدۃ الزکیۃ نامی اہم تصنیف سے مسئلہ حق کو واضح فرمایا۔ اس مدرسہ میں اکابرین چریاکوٹ اور ولید پور برابر تشریف لاتے رہے۔ (اقطابِ بنارس، علامہ عبدالمجتبیٰ صدیقی: ۲۰۰، ۲۰۱) - چریاکوٹی -

آپ نہایت ذہین وفطین تھے، اور اِستعداد بھی بلا کی تھی۔ فطری صلاحیتیں خدائے بخشندہ نے آپ کے اندر خوب رکھ دی تھیں؛ اسی لیے مشکل سے مشکل بات اور مغلق سے مغلق بحث آسان پیرائے میں پیش کرنے پر آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ آپ کا وجود مخالفین اہل سنت وجماعت کے لیے تاحیات قہرِ خداوندی رہا۔ خصوصاً معاندین اَحناف کی آپ نے دلائل و براہین سے ہمیشہ بولتی بند رکھی۔ صاحب 'تذکرہ مشائخ قادریہ' مولانا عبدالمجتبیٰ صدیقی جنھوں نے تاریخ بنارس، اقطاب بنارس، مخدوم بنارس اور شیر بنارس وغیرہ پر بہترین کام کیا ہے وہ اس حقیقت کا یوں اِعتراف کرتے ہیں :

'......مولانا عبدالسمیع نقشبندی بنارسی نے محمد بن عبدالوہاب کے ماننے والے مقلد اور غیرمقلد وہابی کا زبردست رد لکھا اور سخت تنقیدیں کیں'۔ (اقطابِ بنارس، مولانا عبدالمجتبیٰ صدیقی:۱۴۹)

وہ لوگ جو مقلد اور غیرمقلد وہابیوں کے متعلق کسی قسم کے تذبذب کا شکار ہیں ان کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ مولانا عبدالسمیع حنفی بنارسی سمیت متقدمین ومتاخرین میں سے بےشمار علما ومشائخ اہل سنت نے ان کی گستاخیاں اور علمی خیانتیں دیکھ کر اُمت مسلمہ کو آگاہ فرمایا اور ان سے اپنا تعلق جوڑنے کی سخت ممانعت فرمائی؛ اس لیے ایسے کورعقیدوں سے مکمل اِجتناب کرنا اہل سنت کے لیے اَز حد ضروری ہے۔

دین وسنیت پر جب بھی حرف گیری ہوئی اور مسلک ومذہب کے شفاف چہرے کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی تو آپ کی غیرتِ ایمانی فوراً میدان میں کود کر برسرِ پیکار ہوگئی۔ چنانچہ آپ کی حق گوئی وبےباکی کا اندازہ علامہ عبدالمجتبیٰ صدیقی کے اس اقتباس سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ قطب بنارس شاہ طیب بنارسی کے تذکرے میں علامہ رقم طراز ہیں :

'شانِ حق گوئی میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات – جو اکبر کی کفریات سے متعلق ہیں – شاہ طیب بنارسی نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور اکبر کا نام لینا شانِ مومن کے خلاف تصور فرماتے جب کہ جمعیۃ والوں نے گاندھی کو جب

مبعوث من اللہ کا لقب دے کر دور اکبری کی تاریخ دہرائی تو بنارس میں شاہ طیب بنارسی کے وارثین تصوف نے اس گندم نما جوفروش کے خلاف جہاد بلند کیا اور شاہ طیب بنارسی اور مجدد الف ثانی کے احیاے اسلامی کے خالص نظریے کی تبلیغ فرمائی۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ عبدالحمید فریدی پانی پتی، مفتی اعظم ہند بریلی شریف، اور مولانا شاہ عبدالسمیع نقش بندی بنارسی کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں'۔(اقطابِ بنارس، علامہ عبدالمجتبیٰ صدیقی: ۱۲۴-۱۲۵ نیز ۱۵۲)

آپ پورے طور پر اپنے اسلاف کے نقش قدم پر جادہ پیما تھے۔ آپ کے دور میں ملک کا ماحول مذہبی اعتبار سے نہایت خراب اور سنگین ہوگیا تھا جس کے اثرات سے بنارس بھی متاثر ہوا۔ چنانچہ یہاں قادیانیت، وہابیت اور رافضیت بھی پاؤں پھیلائے ہوئے تھی، اور آریہ سماجی کا نشانہ بھی اسلام اور پیغمبر اسلام بنے ہوئے تھے۔ یوں ہی سیاسی میدان میں نت نئے شگوفے اور نئے فتنوں نے عامۃ المسلمین کے ذہن وفکر میں ایک ہیجان برپا کر دیا تھا۔

اِنتہائی مصروف زندگی ہونے کے باوجود آپ نے ان تمام فتنوں کا سد باب فرمایا اور کسی مقام پر تھک ہار کر بیٹھ جانا تو گویا آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ چنانچہ مفتی کفایت اللہ دہلوی کی کتاب 'تعلیم الاسلام' کی گمراہ کن عبارات کا زبردست رد 'تنظیم الاحکام' کے نام سے لکھا اور اہل سنت وجماعت کے مسلمہ اصول ونظریات کی مخالفت کرنے والوں کی گرفت ٹھوس دلائل سے فرمائی۔

یوں ہی آپ نے وہابیہ، دیابنہ، روافض اور دیگر گمراہ فرقوں کا رد بلیغ فرمایا اور 'معیار الحق' لکھ کر ان فرقوں کے بارے میں مشائخ نقشبند کی ترجمانی اور اپنے پیرومرشد کی تعلیماتِ دینیہ کا تحفظ فرمایا۔ اس طرح اہل اسلام پر عموماً اور اہل بنارس پر خصوصاً آپ کا عظیم احسان ہے۔ اور یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ آپ اپنے دور میں اس شہر کے اندر سفینہ اہل سنن کے ناخدا تھے۔

یہاں تک کہ جامعہ فاروقیہ بنارس کے اس عظیم الشان اور تاریخ ساز اجلاس میں شریک

اکابر علماے اہل سنت میں ایک آپ بھی تھے جہاں امام احمد رضا کے نظریۂ حق اورحسام الحرمین کی تائید وتوثیق علی رؤوس الاشہاد کی گئی۔اور مشاہیر علما ومشایخ کی موجودگی میں پورے اہتمام کے ساتھ عامۃ المسلمین کواس کا حکم شرعی سنایا گیا۔

انجمن اِشاعۃ الحق بنارس کے ریکارڈ میں جن مشایخ کرام کی دستخطی تائیدات موجود ہیں جو بہت ہی تاریخی اہمیت کی حامل ہیں ان میں سے ایک محقق مذہب اہل سنت جناب مولانا مولوی حاجی حافظ عبدالسمیع بنارسی بھی ہیں۔ یہ تصدیقات 'متفقہ فتاویٰ علماے دنیا' کے نام سے شائع ہوچکی ہیں۔(تفصیل کے لیے دیکھیں: مخدوم بنارس، از عبدالمجتبیٰ صدیقی:۱۳)

میں سمجھتا ہوں کہ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے اندر اُردو کی ان چند اختلافی اور سورش بپا کرنے والی کتابوں کو بنیاد بنا کر اُمت مسلمہ میں تفریق ڈالنے کی روش ہم سے نظر ثانی کا مطالبہ کرتی ہے، اور یقیناً مجرم وہی ہیں جنھوں نے اس فتنے کی بنیاد رکھی اور گاہے بگاہے اسے ہوا دیتے رہتے ہیں۔ دفاع کرنے والے تو محمود اور لائق صد تعظیم ہیں۔اس لیے میرے خیال میں اب اس موضوع کو ختم کر کے عامر عثانی کے لفظوں میں یہ اعلان کر دینا چاہیے کہ 'ان کتابوں کو بیچ چوراہے پر رکھ کر آگ لگا دیا جائے' تا کہ اِتحاد کی فضا ہموار ہو سکے اور اُمت مسلمہ ایک وحدت و اِکائی بن کر دشمنانِ اسلام کی ہر چال کو ناکام بناتے ہوئے فروغِ اسلام و مسلمین کی ایک نئی تاریخ رقم کر سکے۔

علماے اہل سنت سے آپ کے مراسم وتعلقات بہت گہرے تھے۔ آپ نے اُن سے برابر علمی مکالمات ومراسلات جاری رکھا۔ مشایخ واَقطابِ بنارس سے آپ کی وابستگی دیدنی تھی۔ ہر علمی وفکری معاملے میں ان سے مشاورت اوران کی مجالس علمیہ میں مشارکت آپ کی پوری زندگی کا معمول رہا۔اس خصوص میں شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی (م۱۳۴۰ھ) سے آپ کو جو قلبی عقیدت اور بے پناہ محبت تھی اس کی مثال نہیں ملتی۔حتیٰ کہ آپ کی دعوت پر امام احمد رضا محدث بریلوی آپ کے مدرسہ ابراہیمیہ میں بھی تشریف لائے، اور تاحیات یہ خوشگوار تعلقات اُستوار رہے۔شاید آپ کے علم میں یہ بات نہ ہو کہ امام اہل سنت

نے اپنا شہرۂ آفاق رسالہ 'الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ (۱۳۳۷ھ)' آپ ہی کے ایک اِستفسار پر تصنیف فرمایا تھا جس میں سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے کا قطعی اِسلامی حکم ہے۔ یہ سوال ۹ر رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ میں ارسال کیا گیا۔ تفصیل کے لیے مذکورہ رسالہ دیکھیں جو 'فتاویٰ رضویہ' میں شامل ہے۔

اُردو کے معیاری رسائل وجرائد میں آپ کے مضامین ومقالات بڑے چاؤ سے شائع ہوتے اور پڑھے جاتے تھے۔ مسلک اہل سنت کے علم بردار اور مذہب حنفی کے ترجمان اَخبار 'الفقیہ' اور 'اہل فقہ' امرتسر کے آپ ممتاز مضمون نگاروں میں تھے۔ نیز تاحیات اس کے خریدار بھی رہے۔ گویا اس اخبار کو آپ کا علمی ومالی دونوں تعاون حاصل رہا۔

ابوالجمال علامہ احمد مکرم عباسی چریاکوٹی نے اپنی مایۂ ناز کتاب 'چراغِ حکمت' مطبوعہ صدیقی پریس بنارس کے اَخیر میں ماہانہ رسالہ تعلیم الاسلام کا اِجمالی تعارف پیش کیا ہے جس کے مستقل قلم کاروں میں مولانا عبدالسمیع بنارسی کا بھی نام بڑے اِحترام واہتمام سے پیش کیا، اور ان کی لکھی جانے والی تفسیر کو اب تک کی بے مثال تفسیر قرار دیا ہے۔ رقم طراز ہیں :

> 'یہ ماہواری رسالہ بنارس سے ماہِ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۰۵ء سے شائع ہوتا ہے۔ اس مبارک پرچے میں تفسیر قرآن مجید سلیس اُردو عام فہم سلسلہ کے ساتھ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کی تردید...... شائع ہوتی ہے۔ اس کو جناب حافظ مولوی عبدالسمیع صاحب بڑی جاں فشانی سے جابجا کے شک وشبہہ بدلائل عقلی ونقلی اور بحوالاتِ کتبِ تفاسیر معتبرہ سے نہایت صحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی تفسیر آج تک نہیں لکھی گئی'۔(۱)

آپ کا مطالعہ وسیع، فکر عمیق اور علم بے کنار تھا۔ آپ کی حیات کا سب سے اہم کارنامہ آپ کی وہ گراں مایہ تصانیف ہیں جنھوں نے ہزاروں زندگیوں میں انقلاب پیدا کردیا۔ آپ کی بہت سی فکری وتحقیقی کتابوں میں بعض کے اسما یہ ہیں :

---۱) السنۃ السنیۃ علیٰ صحۃ مذہب الحنفیۃ

---۲) معیارالحق معروف بہ دلائل قاطعہ فی فرقہ ناجیہ [حصہ اول]

---۳) معیارالحق معروف بہ تحفۃ الاتقیاء فی تحقیق افضل البشر بعدالانبیاء [حصہ دوم]

---۴) معیارالحق معروف بہ 'معرفت فرقۂ ناجیہ بین السنی والشیعہ' [حصہ سوم]

---۵) مرآۃ الحق بجواب اہل تشیع

---۶) مزرع الحسنات

---۷) تائید غیبی

---۸) نصرتِ لاریبی

---۹) تنظیم الاحکام فی تعلیم الاسلام

---۱۰) قسطاس القاری

---۱۱) تفسیر سورۂ فاتحہ

---۱۲) السیف المسلول [مناقب اہل بیت میں]

---۱۳) التائید المسئول فی ردالسعی المقبول [مفصل] (تفصیل کے لیے دیکھیں: چراغِ حکمت حصہ اول، مولانا احمد مکرم عباسی چریاکوٹی، اِختتامیہ صفحہ۔ مطبوعہ صدیقی پریس بنارس)

---۱۴) اِزالۃ الریب عن علم الغیب [ملخص]

---۱۵) اِعتصام الثقلین فی غسل الرجلین

---۱۶) اَشراط الساعۃ ماہنامہ تعلیم الاسلام ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ضمیمہ کے طور پر شائع ہوا۔

یہاں مصنف کی بعض کتب کے مختصر تعارف پیش کیے جاتے ہیں :

۱) **معیار الحق:** یہ کتاب دراصل تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ 'دلائل قاطعہ در معرفت فرقۂ ناجیۂ'۔ دوسرا حصہ 'تحفۃ الاتقیاء فی تحقیق افضل البشر بعدالانبیاء۔ اور تیسرا حصہ 'معرفت فرقۂ ناجیہ بین السنی والشیعہ ہے۔ جن میں پہلے دو حصے مطبوع اور ہمارے پیش نگاہ ہیں جب کہ موخرالذکر کی تفصیلات سے ہنوز ہم لاعلم ہیں۔ معیارالحق کا یہ پہلا حصہ اصلاحِ فکر واعتقاد اور رد بد مذہباں میں اپنا جواب آپ ہے۔ دلائل و براہین کے انبا

رجس طرح مصنف نے اس کتاب میں جمع فرما دیے ہیں اس سے ان کے مطالعے کی وسعت اور جزئیات کے استحضار پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔اس کتاب کی غرض وغایت مصنف نے یہ بیان کی ہے کہ'زمانۂ موجودہ میں مسلمانوں کی ایسی حالت ہے کہ اصولِ دین سے بھی بے خبر ہیں۔کلمہ گو واہل قبلہ ہونے کے لیے مجرد کلمہ واستقبالِ قبلہ ہی کو کافی سمجھتے ہیں حتی کہ ارتکابِ کفر کو بھی کفر نہیں جانتے؛ لہٰذا اسی ضرورت کے لحاظ سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے'۔اس کتاب کے مشمولات میں سے کچھ یہ ہیں: ایمان واسلام کی حقیقت، اہل قبلہ ہونے کی ماہیت، تعریف بدعت اور اس کے احکام، ارتکابِ کفر کی مضرت، انبیا علیہم السلام کی تنقیص وتوہین کے احکام، معاملاتِ مبتدعین، طریقہ نجات واہل نجات کی معرفت، توسل واستمدادِ انبیا واولیا، مسئلہ علم غیب، فرقہ ہائے وہابیہ، تفضیلیہ، شیعہ، نیچری، ندوی اور قادیانی کے عقائد کا خلاصہ۔نیز فرقِ اسلامیہ میں اختلافات کے باوجود اتفاق واتحاد کیوں کر ممکن ہے!۔اس کتاب کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ مصنف نے جملہ ابحاثِ علمیہ کو پوری دیانت علمی کے ساتھ کتاب وسنت سے ان کا تقابل کر کے پیش کر دیا ہے، اور اپنے قلم سے کچھ کہنے کی بجائے اس کا فیصلہ ناظرین وقارئین کی رائے پر چھوڑ دیا ہے، تا کہ وہ کفر واسلام اور حق وباطل میں امتیاز خود کر لیں۔یہ کتاب علامہ آسی مولانا عبدالعلی مدراسی کے صاحبزادے کے اہتمام سے آسی پریس محمود نگر لکھنؤ سے طبع ہوئی۔

۲) **تحفۃ الاتقیاء فی تحقیق افضل البشر بعدالانبیاء**: یہ کتاب دراصل مذکورۃ الصدر کتاب معیارالحق کا حصہ دوم ہے۔اس میں یارِ غار حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضیلت پر عقلی ونقلی دلائل کی فراوانی کے ساتھ بھرپور کلام کیا گیا ہے۔۱۳۲۱ھ میں مصنف نے اس کا مسودہ تیار کیا، پھر ضروری حذف واضافے اور مزید تشریح وتصحیح کے ساتھ یہ کتاب ۱۳۲۹ھ میں منظر عام پر آئی۔ یہ کتاب بھی علامہ آسی مولانا عبدالعلی مدراسی کے صاحبزادے کے اہتمام سے آسی پریس محمود نگر لکھنؤ سے طبع ہوئی۔

۳) **السیف المسلول:** یہ کتاب اصلاً اہل بیت رسول ﷺ کے فضائل ومناقب پر مشتمل ہے؛ مگر ساتھ میں مصنف میں اس میں کچھ دوسری علمی بحثیں شامل کر کے کتاب کو بہت ہی دلچسپ بنادیا ہے۔ مصنف نے اپنی اس کتاب کا ذکر 'تحفۃ الاتقیاء فی تحقیق افضل البشر بعد الانبیاء' کے اِختتامیہ میں کیا ہے۔ علاوہ بریں علامہ شیخ علی حسین عباسی چریاکوٹی کی کتاب 'دمِ چار یار' کے فلیپ پر بھی اس کتاب کا تعارف حاجی حافظ حفیظ الدین بنارسی کی طرف سے کچھ اس انداز میں پیش کیا گیا ہے :

'بالآخر شیعہ خصوصاً مولوی مقبول احمد صاحب کی زبان درازیوں اور تبرے بازیوں نے ہم کو اس بات پر مجبور کیا کہ ہماری طرف سے بھی شیعوں کو دنداں شکن جواب دیے جائیں ۔ اس غرض کے پورا کرنے کے لیے 'رسالہ سیف المسلول' جو اسم بامسمی ہے تالیف کیا گیا۔ اس رسالے میں بہ دلائل قاطعہ ثابت کیا گیا ہے کہ فرقہ اہل سنت وجماعت کو جو شیعی' ناصبی وخارجی فرماتے ہیں بالکل افترا اور صرف ایک منافقانہ چال ہے؛ حالانکہ خود انھیں کا ناصبی وخارجی ہونا انھی کی کتب معتبرہ سے بخوبی ثابت ہے۔ غرضیکہ اس مبارک کتاب میں ان لوگوں کی دین داری کا راز خوب ہی فاش کردیا گیا ہے، اوران کی مذہبی کتابوں کا شیرازہ بالکل درہم برہم کرڈالا گیا ہے ...... جو لوگ اپنے مذہب سے اور شیعوں کے مکائد سے بخوبی واقف نہیں ہیں ان پر فرض ہے کہ اس رسالے کو ضرور خریدیں اوراوّل تا آخر غور سے مطالعہ کریں۔ مولف نے نہایت متانت سے کام لیا ہے، اور دودھ کا دودھ، پانی کا پانی کردیا ہے'۔ (دمِ چار یار، فلیپ۔ المشتہر وطابع: حاجی حفیظ الدین اینڈ سنس جنرل مرچنٹ محلّہ سرائے ہڑیا، شہر بنارس)

۴) **تفسیر سورۂ فاتحہ:** یہ بڑا عالمانہ اور مفسرانہ کام ہے۔ آپ ماہنامہ تعلیم الاسلام بنارس میں حسب ضرورت اپنی تحقیقات شائع فرماتے رہتے تھے۔ پھر آپ نے ماہنامے کی مقبولیت کے پیش نظر اس میں مستقل لکھنا شروع کیا اور مختلف عناوین کے ساتھ تفسیری

جواہر پارے کی اشاعت پر زیادہ زور دیا، چنانچہ اس طرح محض تفسیر سورۂ فاتحہ ایک ضخیم جلد بن گئی۔

۵) **اَشراط الساعۃ:** یہ رسالہ مصنف کی علم وتحقیق کا شاہکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہنامہ تعلیم الاسلام نے ربیع الاول ۱۳۲۲ھ میں اس کو ضمیمہ کے طور پر شائع کر کے عوام وخواص کے استفادے کا سامان کیا۔

۶) **قسطاس القاری:** حرفِ 'ض' کا مسئلہ ہمیشہ سے اہل علم کے درمیان بحث کا موضوع رہا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک 'ض' کو 'ظ' کے مخرج سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن مصنف نے دلائل وبراہین کی بھرپور فراوانی کے ساتھ اس کتاب میں اس فکر کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۴ء میں قومی پریس، لکھنو سے شائع ہوئی۔

۷) **اِزالۃ الریب عن علم الغیب:** یہ دراصل ایک غیر مقلد کے رسالہ 'ازاحۃ العیب' کا دنداں شکن جواب ہے۔ چنانچہ اس رسالے میں آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں: ۱۳۱۸ھ میں ایک رسالہ 'السعی المقبول' مصنفہ رنجیت سنگھ عرف مولوی محمد سعید نو مسلم پنجابی ثم بنارسی کا شائع ہوا۔ اس کے مصنف نے یہاں تک دریدہ ذہنی کی ہے اور حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں لکھا ہے کہ- معاذ اللہ- آپ کو اپنے انجام کار اور خاتمہ کا بھی حال نہیں معلوم تھا۔

۸) **السنۃ السنیۃ** ۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر بہت اہم ہے۔ مصنف نے دلائل قاہرہ اور شواہد باہرہ سے مذہب حنفی کی حقانیت کو طشت از بام کیا ہے اور اس سلسلے میں ہونے والے اعتراضات وشبہات کی بیخ کنی فرمائی ہے۔ ۱۹۱۷ء میں سلیمانی پریس، گائے گھاٹ، بنارس سے یہ طبع ہو کر فردوسِ نگاہِ قارئین ہوئی۔

بنارس کے شاطر وہابیوں نے آپ کی علم وتحقیق کو نیچا دکھانے کے لیے آپ کے نام سے

چند جعلی کتابیں منسوب کردیں اور آپ پر زبردست تہمت باندھی۔ ایسی ہی کتابوں میں ایک کتاب 'تہذیب التعدی' بھی ہے، جس کا مصنف موصوف سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ محض شاطر وہابیوں کی بکواس سے لبریز اور مکمل جعلی ہے۔ اور اس طرح کی نازیبا حرکتیں عوام کی آنکھ میں دھول جھونکنے کے لیے ان وہابیوں نے بہت سے اکابر اہل سنت کے ساتھ کی ہیں۔(۱)

عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ آپ کی زندگی بھر کا یہ معمول رہا کہ جب بھی وجد میں آتے، اور عشق رسول کی چنگاری دل میں بھڑکتی تو یہ معروف شعر زبان پر جاری ہو جاتا۔

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر ہر گھڑی مولیٰ تری رحمت برستی ہے

چنانچہ ۱۳۴۵ھ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو سفر حج کی سعادت سے بہرہ ورفرمایا۔ وہاں سے فراغت کے بعد آپ ۷/محرم الحرام کو مدینہ شریف تشریف لے گئے، یعنی اللہ جل مجدہ نے آپ کو وہ بستی دکھا ہی دی جہاں پر ہر گھڑی مالک ومولا کی رحمت برستی ہے۔ قسمت کی یاوری سے ہجر وفراقِ محبوب کی بے تابیاں سہ سہ کے گھل جانے والے اس وجود کو درِحبیب کی حاضری تو میسر آ گئی، مگر پھر وہاں سے لوٹنا نصیب نہ ہوا کہ آپ کی طبیعت وہاں پہنچ کر کافی علیل ہوگئی اور اس مرض سے آپ جاں بر نہ ہو سکے، بالآخر وہیں کی خاک نے آپ کو ہمیشہ کے لیے اپنے اندر سمیٹ لیا۔

آخر کو خاک صرفِ درمیکدہ ہوئی
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

چنانچہ آپ کی روحِ پرفتوح ۱۰/محرم الحرام ۱۳۴۵ھ، مطابق ۲۱/جولائی ۱۹۲۶ء بروز بدھ قید دنیا سے رہا ہو کر مرغزارِ بہشت کی طرف پرواز کرگئی۔ دوسرے دن جمعرات کو جنت البقیع کی مقدس ترین مٹی میں دفن ہوئے جہاں ہزاروں اَبرار واَخیارِ اُمت مدفون ہیں۔ ع:

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

---

(۱) مخدوم بنارس، مولانا عبدالمجتبیٰ صدیقی: ۸۵۔

اَخبار الفقیہ امرتسر میں آپ کی 'وفاتِ حسرت آیات' کے عنوان سے ایک تعزیت نامہ یوں مرقوم ہے :

'قبلہ حضرت مولانا حاجی عبدالسمیع صاحب بنارسی جو کہ الفقیہ کے خریدار اور مضمون نگار تھے بغرضِ حج تشریف لے گئے تھے۔ حج وغیرہ بخیر وخوبی اَدا کیا۔ مکہ شریف سے بغرضِ زیارت روضۂ پاک و دیگر بزرگانِ دین و مدینہ شریف تشریف لے گئے۔ اچانک طبیعت خراب ہونی شروع ہوئی۔ ۷رمحرم کو مدینہ پاک پہنچے۔ روضہ پاک پر سلام وغیرہ پڑھتے اور کہتے تھے ۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

سو خدا نے ان کی یہ آرزو پوری کردی یعنی ۱۰رمحرم کو بوقت مغرب اس دنیاے ناپائدار سے بطرف جنۃ الفردوس کے سدھارے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۱رمحرم کو غسل دیا گیا۔ بابِ جبرئیل پر نماز پڑھی گئی اور جنۃ البقیع میں دفن کیے گئے۔ مرحوم ایک حق گو عالم تھے۔ آپ کی ذات سے ہر خورد وکلاں کو یکساں فائدہ تھا۔ خدا ان کے عزیزوں اور ہم لوگوں کو صبر دے۔ فقط والسلام'۔

(عبدالعزیز خریدار الفقیہ)

دعا ہے کہ پروردگارِ عالم ہمیں مولانا موصوف کے ترکاتِ علمیہ اور باقیاتِ صالحات' تاریخ کے ملبے سے نکال کر منظر عام پر لانے کی ہمت وتوفیق بخشے۔ اور جماعت اہل سنت کی اس طرح کی اور بہت سی فراموش شدہ مظلوم علمی شخصیات کی حیات وخدمات پر بیش اَز بیش کام کرنے کا بےلوث جذبہ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہِ حبیبک النبی الامی الامین الحلیم الکریم الرؤف الرحیم ﷺ۔

---

(۱) اَخبار الفقیہ امرتسر: ۲۸راگست، ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۱۔